اموی دور کی عربی شاعری اور اس کی خصوصیات

محمد صلاح الدین عمری (ریسرچ اسکالر

قسط نمبر ۲

یعنی جمیل پُرخلوص، معصوم اور پاک محبت کا علمبردار ہے۔ اس کے اشعار اپنے ہی قبیلہ کی لڑکی بُثینہ کی تشبیب میں نزاکت اور ندرت کا احساس دلاتے ہیں۔

دوسرا نام قیس بن ذریح کا آتا ہے کسی سفر میں اس کو لُبنیٰ بنت کعب الحبابیہ سے عشق ہوگیا اور اپنے باپ کو کسی نہ کسی طرح راضی کر کے اس سے شادی کر لی لیکن جب کوئی اولاد نہیں ہوئی تو اس کی ماں نے اس سے دوسری شادی کرنے کو کہا یہ مستقل انکار کرتا رہا لیکن آخرکار والدین کے شدید اصرار پر اس نے لُبنیٰ کو طلاق دیدی۔ لبنیٰ کے چلے جانے کے بعد قیس کے لئے اس کی جدائی کا غم روز بروز ناقابل برداشت ہوتا گیا، اس پر کھانا پینا حرام ہوگیا اور سوتے جاگتے لبنیٰ کا خیال اسے ستانے لگا۔ اس کے غزلیہ اشعار اس کے انھیں احساسات کی عکاسی کرتے ہیں جو انتہائی متاثر کُن ہیں۔

(ج) تقلیدی :۔ تیسری تحریک تقلیدی یا شعراء وضعیہ کی تھی۔ اس میں تغزل کا انداز پرانے قصیدہ کی تشبیب کے طرز پر تھا۔ شاعر عورتوں سے تشبیب کے ساتھ ساتھ قطری مناظر کھنڈرات جہاں اس نے اپنے ساتھیوں ہمراہی کا کچھ زمانہ گذرا ہے۔ اور وہاں کے قابلِ ذکر مقامات اور اپنی سواری، اونٹ یا گھوڑے کو یاد کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس تحریک کے شعراء نئے ماحول اور جدید تہذیب و ثقافت اور موجودہ تمدن سے متاثر نہیں تھے۔ اگرچہ صحرائی مناظر

ان کے خیالات پر چھائے رہتے لیکن اس کے باوجود ان پر جدید تہذیب و ثقافت کا اثر تھا جس کو انھوں نے ایک خوبی کے ساتھ قبول کیا تھا یعنی جدید مزاج سے واقف ہو کر اس کے ماحول کی عکاسی وہ فطرت کی عکاسی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جریر، فرزدق، اخطل اور ذو الرمہ کے نام سر فہرست ہیں جنہوں نے فطری مناظر اور قدرتی حسن کو بڑی ندرت اور اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے۔

غیلان بن عقبہ المقلب بہ ذو الرمہ کا عشق مُیہ بنت طُلبہ (میہ بنت مقاتل المنقری۔ جرجی زیدان) سے مشہور ہے جس سے اس کی ملاقات کسی سفر میں ہو گئی تھی۔ کہتے ہیں کہ میہ بہت خوبصورت عورت تھی جبکہ ذو الرمہ کا رنگ سیاہ تھا۔ اس کی محبت پاک احساسات اور سچے قلبی احساسات سے معمور تھی جس میں حسرتیں تھیں، آہیں تھیں، آنسو تھے اور قلب کی گہرائیوں سے پھوٹنے والی محبت کی چنگاریاں تھیں۔

عورتوں سے تشبیب میں سبقت کرنے والے شعراء اکثر قریشی ہوتے کیونکہ اموی دور میں ان کو بے انتہا قدر و منزلت حاصل تھی اور وہ مہذب و متمدن سمجھے جاتے تھے۔ وہ مکہ کے باسی تھے جہاں دنیا کے گوشہ گوشہ سے لوگ حج کرنے آتے جن کے ساتھ خوبصورت عورتیں ہوتیں۔ دوسرے شعراء نے خوبصورت عورتوں سے تشبیب کرنی چاہی جو عام طور سے خلفاء و امراء ہی کے یہاں ہوا کرتیں اس لئے یہ بھی خوف رہتا کہ کہیں ان کے شوہروں اور والدین کی طرف سے عتاب نازل نہ ہو جائے اس لئے وہی شعراء علی الاعلان تشبیب کے اشعار کہہ سکتے جن کو کوئی مرتبہ حاصل تھا یا جن کے حامی مددگار زیادہ تھے۔ قریشیوں میں پہلا غزلیہ اشعار کہنے والا شاعر ابن ابی عتیق ہے جو پاک محبت کا علمبردار تھا۔ اس کے نزدیک عفت و عصمت کی بہت قدر تھی۔ عمر ابن ابی ربیعہ اور العرجی بھی قریشی شاعر تھے۔ آہستہ آہستہ ان قریشی شاعروں کی اقتداء دوسرے شعراء بھی کرنے لگے اور پھر ایک وقت وہ آیا جب تشبیب کے اشعار شاعری میں ضروری قرار دیدئے گئے! اواخر عہد بنی امیہ میں تو فخریہ اور مدحیہ شاعری میں بھی عشقیہ اشعار کی اتنی بھرمار ہوتی کہ شاعر اصل

موضوع سے ہٹتا ہوا نظر آتا ہے خراسان کے گورنر نصر بن سیّار کے پاس ایک شاعر مدحیہ قصیدہ لیکر آیا جس میں سو اشعار تشبیب کے تھے اور صرف دس مدح کے۔ (العمدۃ ج ۲)

امراء و خلفاء پر چونکہ بدوی مزاج غالب تھا اس لئے وہ اپنی عورتوں سے تشبیب کو ناپسند کرتے تھے حضرت امیر معاویہؓ اور عبدالملک بن مروانؒ تو زیادہ سخت گرفت نہیں کرتے لیکن ولید بن عبدالملک اس شاعر کو سخت سزا دیتے جو اپنی غزلوں میں تشبیب کرتے چنانچہ اس نے یمن کے کسی شاعر کو اس جرم میں قتل کرا دیا تھا کہ اس نے اس کی بیوی سے تشبیب کی تھی۔ اسی طرح عمر بن عبدالعزیز نے عمر و بن ابی ربیعہ کو تشبیب سے منع فرمایا تھا (جرجی زیدان بحوالہ الاغانی)

رجزیہ شاعری:۔ رجز عربی شاعری میں سب سے پرانی صنعت ہے۔ مورخین کا خیال ہے کہ رجز ہی قصیدہ کی ابتدائی شکل ہے۔ رجز کا وزن اونٹ کی چال اور حرکات سے لیا گیا۔ سب سے پہلے رجز کی ایجاد مضر بن نزار کے ذریعہ ہوئی۔ جب وہ اونٹ سے ایک بار گر گیا تو ہاتھ ٹوٹ جانے پر اس کے منہ سے "وا یداہ وا یداہ" کی آوازیں نکلنے لگیں۔ چونکہ اس کی آواز پر ترنم تھی، تکلیف کی شدت سے اس میں ایک خاص زیر و بم بھی پیدا ہو گیا تھا اس لئے اونٹ یہ آواز سن کر تیز رفتاری سے چلنے لگے۔ یہ دیکھ کر انھوں نے حُدی خوانی کے لئے اسی وزن کے راگ بنا کر اس کا نام رجز رکھ دیا۔ رجز کی ایجاد کے بعد اس میں اور ترقی ہوئی اور مزید اوزان وجود پیدا ہوئیں۔ رجز میں ایک ایسی نغمگی اور موسیقیت تھی جو اس وقت تک کسی اور نمونے میں نہیں ملتی۔

اس دور کی رجزیہ شاعری میں قصیدہ کے تمام موضوعات داخل ہو گئے۔ اس میں ٹیلوں اور کھنڈرات کا بھی تذکرہ ہونے لگا۔ صحرائی سفر میں محبوب اور سواری (اونٹ، گھوڑے) کی تیز رفتاری، اور ان کے اوصاف، مدح، ہجو اور فخریہ اشعار بھی ہونے لگے۔ رجزیہ شاعری کرنے والوں میں شمردل بن شریک التمیمی، ابو نخلیہ، دکین بن رجا اور دکین بن سعید الدارمی اور ان کے بیٹے رؤبہ ان کے علاوہ ابو النجم الراجز اور الراعی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

خمریاتی شاعری :- خمریاتی شاعری کو اگرچہ عروج دور ایک مستقل حیثیت عباسی دور میں حاصل ہوئی لیکن اس کی ابتدا عہد بنو امیہ میں ہو گئی تھی جس کی وجہ اواخر عہد بنو امیہ میں ان کا سیر و تفریح کے مشاغل میں منہمک ہو جانا ہے۔ مسلمانوں میں سب سے پہلا خمریاتی شاعری کرنے والا اموی خلیفہ ولید بن یزید تھا۔ اس کے بعد اخطل نے بھی خمریاتی شاعری میں طبع آزمائی کی ہے۔ خمریاتی شاعری میں ولید بن یزید کے بہت سے اشعار کو توڑ مروڑ کر بعض شعراء خصوصاً ابو نواس نے اپنی جانب منسوب کر لیے۔ ابو نواس نے اپنے ہم عصر حسین بن ضحاک کے اشعار بھی خود سے منسوب کیے ہیں۔ (جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج۱۲، ۲۳۹ (بحوالہ الاغانی ج۶۲)۔

مدحیہ اور سیاسی شاعری :- جاہلی دور میں بھی مدحیہ شاعری ہوئی لیکن اکثر کسی احسان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے، بغرض حصول بخشش شاذ ہی ہوئی۔ مگر اموی دور میں شعراء کا مدحیہ شاعری سے اولین مقصد حصول بخشش تھا۔ خلفاء کا شعراء کو بیدریغ بخشش و انعامات سے نوازنے نے اور بھی زیادہ مدحیہ شاعری کی طرف مائل کر دیا چنانچہ اس دور میں مدحیہ شاعری کو خاصہ عروج حاصل ہوا اور یہیں شعراء کی ایک ٹکسالی تیار ہو گئی۔

حضرت امیر معاویہؓ نے جب اپنے بیٹے یزید کو تخت خلافت کا وارث بنانا چاہا تو اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں عام مسلمان ان کی اس حرکت سے ناراض نہ ہو جائیں کیونکہ اس قسم کی وراثت اسلامی اقدار کے منافی ہے، انھوں نے مسکین الدارمی کو اس بات پر تیار کیا کہ وہ ان کی محفل میں آکر اس قسم کے اشعار پڑھے جن میں یزید کی جانشینی کی تجویز ہو جس سے ان کا مقصد یزید کی جانشینی کے بارے میں عام لوگوں کے تاثرات کا اندازہ کرنا تھا۔ چنانچہ مسکین الدارمی نے جبکہ حضرت امیر معاویہ اعیان و اشراف کے ساتھ محفل میں بیٹھے ہوئے تھے یہ اشعار پڑھے :-

الا لیت شعری ما یقول ابن عامر — و مروان ام ماذا یقول سعید

بنی خلفاء اللہ مہلاً فانما — یبوّئها الرحمن حیث یرید

إذا المنبر الغربی خلّی مکانہ | فإن أمیر المؤمنین یزید
علی الطائر المیمون والجدّ ساعدٌ | لکلّ أناسٍ طائرٌ وجدودُ

اِن اشعار میں مسکین الدارمی، حضرت معاویہ رضؓ کے بعد یزید کی جانشینی کی تجویز پیش کرتے ہوئے اس کو مبارک و مسعود عمل قرار دیتا ہے۔

حضرت معاویہ رضؓ نے یہ اشعار سن کر تجاہلِ عارفانہ کا انداز اختیار کرتے ہوئے مسکین الدارمی سے مخاطب ہو کر کہا کہ "مسکین! ہم تمہاری تجویز پر غور کریں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے استخارہ کریں گے" حاضرین میں ہر ایک نے اس تجویز کی تائید کی حضرت امیر معاویہ اور یزید نے بعد میں مسکین الدارمی کو منہ مانگا انعام دیا (شوقی ضیف و جرجی زیدان) تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج ۱ ص ۲۴۶۔

اس دور کے والیوں میں عراق کا گورنر زیاد بن ابیہ سب سے پہلا گورنر ہے جس کی مدح میں حارثہ بن بدر تمیمی اور مسکین الدارمی نے اشعار کہے۔ اس کے بعد مصعب بن زبیر۔ جو بہت سخی اور فیاض تھے کے اردگرد ابن قیس الرقیات، اعشی ہمدان اور رکین فقیمی جیسے

جس وقت عراق عبدالملک بن مروان کی زیر دستی میں آیا اور خالد بن عبداللہ بن اسید اموی اور ان کے بعد ان کے بھائی بشر اس کے گورنر مقرر ہوئے تو ان کی مدح کرنے کے لئے جریر، اخطل، فرزدق، کثیر اور اعشی بن شیبان جیسے شاعر جمع رہتے۔ اسی طرح بشر کے بعد حجاج ثقفی کے یہاں جریر، فرزدق، اعشی، حمید ارقط اور لیلیٰ اخیلیہ کا آنا جانا کثرت سے ہو گیا تھا۔

شعراء نے نہ صرف عراقی والیوں کی مدح کی بلکہ وہاں کے نواب، خراج وصول کرنے والوں اور شہری عاملوں تک کی مدح کی۔ حکم بن ایوب ثقفی (جو بصرہ میں حجاج کا نائب تھا) کی مدح فرزدق اور جریر نے کی ہے۔ مالک بن منذر بن جارود کی مدح بھی جو خالد کی طرف سے بصرہ میں محکمہ پولیس کا افسر اعلیٰ تھا، فرزدق نے کی۔ اسی طرح بلال بن ابی بردہ کی مدح (بصرہ میں قسری کا نائب) ذوالرمہ، فرزدق اور حمزہ بن بیض نے کی ہے۔

دیگر مقامات سجستان و خراسان میں بھی شعراء، گورنروں، افسرانِ اعلیٰ اور مقتدر طبقہ کی مدح کرتے اور منھ مانگے انعامات حاصل کرتے تھے۔ خراسان کے والی مہلب بن ابی صفرۃ ازدی کا خاندان بہت سخی اور فیاض تھا۔ بقول ڈاکٹر شوقی ضیف: "اس خاندان کے افراد فیاضی میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر تھے جن سے شعراء و مداح فیضیاب ہوتے رہتے۔" مہلب کہا کرتا تھا کہ "مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو اپنے مال سے غلاموں کو تو خرید سکتا ہے لیکن اپنی نیکی اور بھلائی سے آزاد اور شریف لوگوں کو نہیں خرید سکتا۔" مہلب کے یہاں مدح کرنے والے شعراء کا جمگھٹا لگا رہتا جن کی سربراہی میں کعب اشقری، زیاد اعجم، حمزہ بن بیض، مغیرہ بن جناز تمیمی اور نہار بن توسعہ ہوتے۔

اموی دور میں سیاسی شعراء کی اکثریت ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت کے سیاسی حالات کے تحت ہر شاعر اپنے قبیلہ یا فرقہ کا دفاع کرتا ہے۔ ان سیاسی شعراء میں بھی برسر اقتدار پارٹی (امویوں) کی موافقت کرنے والے شعراء کی تعداد زیادہ تھی۔ ان کے علاوہ شعراء، خوارج اور علوی شعراء بھی اپنے اپنے فرقوں کی حمایت میں شاعری کرتے۔ اس دور کی سیاسی شاعری کو سمجھنے کے لئے اموی دور کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مناسب ہوگا۔

(۱) پہلا دور اموی حکومت کی ابتداء ۴۱ھ سے، حکومت مروان بن الحکم کے قبضہ میں آنے تک یعنی ۶۴ھ تک۔ اس کو دورِ معاویہؓ بھی کہا جا سکتا ہے یہ وہ زمانہ ہے جب اموی حکومت ابھی اپنے قدم پوری طرح نہیں جما پائی تھی۔ اس دور کے شعراء کی تقریباً نصف تعداد حضرت معاویہؓ کی سیاست اور اموی خلفاء کی مخالف تھی اور انصار یا علویوں کی حمایت میں اموی خلفاء پر الزامات کی بارشیں کیا کرتی تھی۔ اس دور کے شعراء میں خلافتِ راشدہ سے ایک تعلق ہونے کی وجہ سے پختگی، سچائی اور اخلاص کا عنصر راسخ تھا۔ وہ حضرت معاویہؓ کے خلافت پر قبضہ کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ خلیفہ کا انتخاب عوام الناس کی رائے پر منحصر ہے۔ اس دور کے اہم فرقوں انصار و مہاجرین میں سے انصار

حضرت علی رض کے حامی اور مہاجرین حضرت معاویہ رض کے حامی تھے۔ شعراء میں بعض نے تو علیحدگی اختیار کرلی تھی، کچھ حضرت معاویہ رض کے حامی تھے اور کچھ حضرت علی رض کے مددگار۔ حضرت معاویہ رض کے حامی اہم شعراء میں ابن ارطاۃ المحاربی (سردار قوم)، حارث بن بدر (یربوع) متوکل لیثی (کنانہ) اور ولید بن عقبہ قریشی تھے۔ اور امویوں کے مخالف شعراء میں اہم شعراء نعمان بن بشیر انصاری، ابن مفرغ حمیری، ابوالاسود الدؤلی وغیرہ تھے۔

(۲) دوسرا دور مروان بن الحکم کی خلافت سنہ ۶۴ھ سے یزید بن عبدالملک کی خلافت سنہ ۱۰۱ھ تک کا ہے۔ اس دور میں مختلف پارٹیاں خلافت کی دعویدار بن بیٹھیں، جنگیں ٹھن گئیں اور شعر و شاعری کا بازار گرم ہونے لگا جس نے قبائل کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس دور کی شاعری میں فنی پختگی پائی جاتی ہے۔ شعراء کی تعداد لگ بھگ ستر تک پہنچ گئی جن میں اکثریت بنو امیہ کے حامیوں کی تھی۔ نقادوں نے اس دور کو شاعری کا بہترین دور قرار دیا ہے۔ ان میں بھی تین شعراء، جریر، اخطل اور فرزدق کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ ان تین شعراء کے متعلق لوگوں میں کافی اختلاف رہا ہے کہ ان میں سے کون شاعر افضل اور برتر ہے۔ جریر کو اس کی سہل انگیزی، رقت کلام، تکلف و تصنع سے مبرا اشعار کہنے اور متعدد اصناف سخن میں مہارت کی وجہ سے فوقیت دی جاتی ہے اخطل کے قصائد طویل اور عمدگی سے پر ہیں۔ اس کے یہاں کسی بھی قسم کا سقم اور فحاشی نہیں ہے۔ اشعار بنے سنورے ہوتے ہیں۔ فرزدق کے یہاں صلابتِ شعر، فخامتِ الفاظ اور رقت مسلک کی خوبیاں جلوہ گر ہیں۔ ابوعمرو بن العلاء نے جریر کو اعشیٰ، فرزدق کو زہیر اور اخطل کو نابغہ ذبیانی سے تشبیہ دی ہے۔

(۳) تیسرا دور یزید بن عبدالملک (سنہ ۱۰۱ھ) کی خلافت سے اموی حکومت کے اختتام (سنہ ۱۳۲ھ) تک کا ہے۔ یہ وہ دور ہے جب خلفاء نے لہو و لعب اور عیش و عشرت میں مبتلا ہو کر حکومت کو کمزور کرنا شروع کر دیا تھا۔ یزید بن عبدالملک اور اس کا بیٹا ولید بن یزید سیر و تفریح کے شیدائی اور سطحی ذوق کے مالک تھے۔ رعایا کا حال بھی اپنے حکمرانوں جیسا تھا اس لئے

بیشتر شعراء بھی چاپلوسی اور لہو ولعب میں دلچسپی لینے والے تھے۔ اس دور کے مشہور شعراء میں یزید بن شریہ اور ابن میادہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت اور یزید بن ضبہ کے نام بھی لیے جاسکتے ہیں جنہوں نے ولید بن یزید کی مدح کی ہے۔

ہجویہ شاعری:- جاہلی شعراء اپنی شاعری میں اپنے اپنے قبائل کی شجاعت، بزرگی اور فتح وغلبہ نیز منافست مفاخرت کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن ان میں موجودہ طرز کے ہجویہ اشعار کہنے والے نادر ہی ملیں گے۔ سب سے پہلے اس طرف مخضرمین نے پیش قدمی کی اور اموی دور میں تو ہجویہ شاعری کا میدان دن بدن وسیع ہوتا گیا اور شعراء نے اس صنف میں خوب خوب طبع آزمائی کی (جرجی زیدان)۔

یہ دور چونکہ خلافت وملوکیت کی کشمکش، قبائلی عصبیت اور سیاسی رسہ کشی کا دور ہے اس لئے اگر اس کو ہجویہ شاعری کا دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہر سیاسی پارٹی کے شعراء اپنی پارٹی کی مدافعت اور مخالف پارٹی کی ہجو کرتے اور چونکہ امویوں کو سیادت حاصل تھی اور وہ شعراء کو ذرائع اپنے کاز کے لئے استعمال کیا کرتے تھے اس لئے اکثر شعراء انھیں کے حامی تھے۔ اموی خلفاء ان شعراء سے مخالفین کی سخت ہجو کراتے۔ حضرت امیر معاویہ رضؓ نے شعراء کو حضرت علی رضؓ کے معاونین انصار کے خلاف اندر ہی اندر بھڑکا کر ان کی ہجو کرائی۔ ان ہجو کرنے والے شعراء میں اخطل آگے آگے تھا۔ انصار کو یہ بات بہت گراں گذری، اس لئے اور بھی کہ اخطل عیسائی شاعر تھا جس کے ذریعہ مسلمانوں کی ہجو کی جا رہی تھی، ان کی رگِ حمیت پھڑک اٹھی اور نعمان بن بشیر نے حضرت معاویہ رضؓ کے پاس آکر انصار کی مدافعت میں ایک قصیدہ پڑھا جس کے ابتدائی اشعار اس طرح ہیں کہ:-

معاویَ إلا تعطنا الحق تعترف ‏ ‏ لحي الأزد مشدوداً عليها العمائم

أيشتمنا عبد الأراقم ضلّة ‏ ‏ وماذا الذی تجزی علیک ا[illegible]م

فمالی ثارٌ دون قطع لسانه ‏ ‏ فدونک من یرضیه منک الدراهم

آگے چل کر شاعر نے انصار کے فخریہ کارناموں اور ان کے حسب ونسب کا تذکرہ کرنے کے بعد خلافت معاویہ کو برا بھلا کہا جب حضرت معاویہؓ نے یہ تہدیدی اشعار سنے تو بولے کہ اخطل نے اپنی جانب سے یہ اشعار کہے ہیں اور انصار کے مطالبہ پر اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیدیا لیکن اس نے یزید بن معاویہ کے پاس پناہ لی اور یزید نے نعمان کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ آخر میں عبدالملک بن مروان نے اخطل کو درباری شاعر کے عہدہ پر فائز کر دیا۔

قریش اور انصار کی باہمی ہجو، بنو ہاشم اور بنو امیہ تک پہنچ گئی پھر یہ وبا ساری مملکت اسلامیہ میں پھیل کر اس حد تک بڑھ گئی کہ شعراء بنی ہاشم اور شعراء بنی امیہ پہلے اپنے مفاخر بیان کرتے پھر سب وشتم کی نوبت آتی حتیٰ کہ تلواریں نکل آتیں۔ اہل مکہ انھیں دونوں طبقوں کے شعراء میں منقسم تھے۔

سیاسی ہجو (جس نے سیاسی پارٹیوں کے گٹھ جوڑ کی وجہ سے جنم لیا تھا) کے علاوہ اموی دور میں ہجویہ اشعار منافست ومفاخرت کی وجہ سے بھی کہے گئے۔ اس ہجوگوئی کے اسباب گردوپیش کے ماحول کے مطابق ہی ہوا کرتے۔ کبھی کبھی تو یہ ہجو محض دو شاعروں میں بہترین ہجوگوئی کے مقابلہ کے لئے کی جاتی اور دونوں شاعر کسی ثالث کے پاس اس لئے جاتے کہ وہ ان دونوں میں کسی ایک کے لئے "بہترین ہجوگو شاعر" کا فیصلہ صادر کرے۔ ہجوگوئی میں اس دور کے مشہور شعراء میں جریر، اخطل اور فرزدق کے نام آتے ہیں۔ جریر کا مقابلہ اخطل اور فرزدق سے رہتا۔ فرزدق اور جریر کی باہمی ہجوگوئی کو اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ اس مقابلہ میں لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک فرزدق کے حامیوں کا اور دوسرا جریر کے حامیوں کا۔ ہر گروہ اپنے اپنے شاعر کی حمایت کرتا اور اپنے مددگاروں کے ذریعہ مخالف پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ الاغانی کی ایک روایت کے مطابق ایک شخص نے چار ہزار درہم اور ایک گھوڑا اس شخص کو بطور رشوت پیش کیا جس نے جریر پر فرزدق کو ترجیح دی۔

نقائض یہ۔ اگرچہ اس طرز پر اس حد تک نہیں لیکن بہر حال یہ صنف جاہلی دور میں بھی شخصی اور اجتماعی ہجو کی شکل میں موجود تھی جس کا نتیجہ اس دور میں قبیلوں کے درمیان مفاخرت ومنافست کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ باہمی جنگوں کا سلسلہ طویل عرصہ تک چلتا رہتا۔

اسلام نے اس خصوصی صنف کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا چنانچہ مسلم شعراء میں حضرت حسان بن ثابتؓ، کعب بن مالکؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرنے والے شعراء کی ہجو کی۔ اموی دور میں عربوں کی سیاسی و ثقافتی زندگی میں انقلاب رونما ہوا تو ہجو کو بھی ایک نیا اسلوب حاصل ہو گیا۔ اب یہ ہجو اپنی شکل و صورت کے اعتبار سے ایک نئے فن کی حیثیت سے سامنے آئی جس کو نقائض کہا گیا۔ یہ الفاظ کی جنگ تھی جس میں شاعر کو اپنے قبیلہ کے قابلِ فخر کارناموں، اپنے خاندان کی عزت و وقار کا تذکرہ اور اپنے قبیلہ کے عمدہ خصائل و عادات کو گنانے اور دشمن کو اپنے مقابلہ میں ذلیل و حقیر کرنے کا فن خوب سے خوب تر طریقہ پر اپنانا پڑتا تھا۔ اس طرح اس کے لئے ضروری ہو جاتا کہ وہ ایک طرف تو اپنے قبیلہ کے مفاخر، بزرگوں کے مناقب اور ان کے حسب و نسب سے پوری طرح واقف ہو تو دوسری طرف اپنے مقابل شاعر کے قبیلہ کے ذاتی اور اخلاقی معائب و نسبی کمزوریوں سے آشنا ہو۔ ان سب خوبیوں اور خامیوں کو اس طرح اشعار میں ڈھالنا کہ ان میں ادبیت کا عنصر بھی کہیں زائل ہوتا نظر نہ آئے، ادبی ہجو کہلاتی ہے۔ نقائض میں حریف شاعر اور اس کے قبیلہ کے خلاف تلخ باتیں ہوتی ہیں اور حریف شاعر اس زہر افشانی کا جواب اس انداز سے دیتا ہے کہ شاعر اور اس کے قبیلہ پر لگائے گئے الزامات قطعی طور پر زائل ہو جائیں، اس کا مقام بلند ہو جائے اور زہر افشانی کرنے والے شاعر کو نیچا دیکھنا پڑے۔ دونوں طرف کے قصیدوں کا موضوع اور ردیف و قوافی ایک جیسے ہوتے ہیں تاکہ حریف کے قصیدہ کے ادبی اثرات اور شاعرانہ مہارت پر بھی جوابی قصیدہ سے کاری ضرب لگے۔ نقائض میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا کہ حریف شاعر کے جسمانی عیوب پر حملہ نہ ہو بلکہ اس کے اخلاق و عادات پر نکتہ چینی کی جاتی۔

جریر، اخطل اور فرزدق ہجو گوئی اور فن نقائض میں اتنے مشہور ہوئے کہ اپنے پہلے کے تمام شعراء کو پیچھے چھوڑ کر افق شاعری پر درخشندہ ستارے کی مانند چمکنے لگے۔ بقول ابو عبیدہ ان تینوں کو شاعری کا وہ حصہ دیا گیا جو اسلام میں کسی اور کو نہیں دیا گیا۔ ان لوگوں نے جن کی تعریف کی انھیں عزت و سربلندی حاصل ہوئی اور جن لوگوں کی ہجو کر دی تو ان کے جواب نے ہی انھیں شہرت کی بلندیوں

بہ نیچا دیا اور جن کی ہجو کا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ جواب دیئے جانے کے لائق نہیں، انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ صرف ان کی بے توجہی کی بنا پر ذلیل و خوار ہو گئے۔

نقائض میں جریر ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے اسی کی وجہ سے اموی دور کی ہجوگوئی کو ممتاز حیثیت حاصل ہوئی۔ جریر کے مقابلہ میں تقریباً چالیس شعراء ہجوگوئی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ جریر نے ان سب کو اپنی بے پناہ شعری قوت سے خاموش کر دیا، صرف اخطل اور فرزدق آخر تک اس کا مقابلہ کرتے رہے لیکن جو مقام جریر کو اس ادبی ہجو میں حاصل ہے وہ ان میں سے کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔

اس صنف میں ہجوگوئی کی عام قسم کی طرح شعراء کا مقصد اپنا نسلی امتیاز اور مسلک ومذہب کی فضیلت ثابت کرنا نہیں، بلکہ مقابل شاعر کو فن میں نیچا دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ قبائل کے قابل فخر کارناموں، حسب، نسب اور ان کی خامیوں کا تذکرہ محض موضوعات کے حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس فن میں ذاتیات پر بھی حملہ نہیں ہوتا اور نہ پیدائشی عیوب اور جسمانی نقائص کو بیان کر کے مخالف کو زک پہنچائی جاتی ہے بلکہ صرف اپنے فن کا مظاہرہ اور دوسرے کے فن کو کمتر دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جریر و فرزدق کا مقابلہ ملاحظہ ہو:۔

فرزدق کہتا ہے ؎

إنّ الذي سمك السماء بنى لنا بيتاً دعائمه أعزّ وأطول

(یعنی جس ہستی (اللہ) نے آسمان کو دبیز بنایا ہے، اسی نے ہمارے لئے ایسا گھر بنایا جس کے ستون بہت بلند و بالا اور پُر وقار ہیں۔)

جریر اس شعر کا جواب کس ماہرانہ انداز سے دیتا ہے ؎

بيتاً يحمم قينكم بفنائه دنساً مقاعده خبيث المدخل

(یعنی کیا ہی گھر ہے جس کے صحن میں لوہاری کا کام ہوتا ہے، جہاں بیٹھنے کی جگہ بہت گندی و غلیظ ہے اور جس کا صدر دروازہ گندگیوں سے بھرا رہتا ہے۔)

اسلامی اثرات:۔ قرآن اپنے متبعین کو دنیا میں زہد و تقویٰ اور عمل صالح پر آمادہ کرتا ہے اور کامیابی کا دار و مدار دنیا کی بے ثباتی (نیت)
آسائشوں سے بیزاری اور آخرت کی رغبت پر رکھتا ہے۔ اسلام کا مطلب زہد سے رہبانیت قطعی نہیں بلکہ وہ ایک ایسی صالح زندگی گذارنے کی تعلیم دیتا ہے جس کے تحت انسان کو دنیا میں رہ کر خدا کی خوشنودی اور آخرت کی کامیابی کی جد و جہد کے ساتھ دنیا کے جائز تقاضے بھی پورے کرتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے: وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (اللہ نے جو بھی صلاحیتیں اور نعمتیں تجھے دی ہیں ان سے آخرت کی کامیابی کی جستجو کرتے ہوئے دنیا سے بھی اپنا حصہ حاصل کرنا نہ بھولو)۔

چنانچہ اس دور کے شعراء میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو تقویٰ، زہد اور اعلیٰ کرداری کے زیورات سے مرصع تھا۔ ان شعراء پر اسلامی تعلیمات کا غیر معمولی اثر تھا اور وہ اپنے شاعرانہ ملکہ کو اسی اثر کے ڈھانچے میں ڈھالنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنے قلبی جذبات و کیفیات کو اسلامیت کا رنگ دیکر اشعار کے قالب میں انتہائی مہارت اور ندرت سے پیش کرتے ہیں۔ وہ شعر و شاعری اور دنیاوی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور مقابلہ و مباحثہ میں سبقت لے جانے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے اشعار کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی جد و جہد میں مصروف ہیں۔ کیونکہ ان کی ساری شاعری میں اسلامی تعلیمات کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے، یہ شاعر کبھی کبھی خدا سے بہت قریب ہو جاتے ہیں اور بے تابانہ ان کے منھ سے نکلتا ہے ؎

یا رب قد أشرفت نفسی وقد علمت ۔۔۔ علماً یقیناً لقد أحصیت آثاری
یا مخرج الروح من جسمی إذا احتضرت ۔۔۔ وفارج الکرب زحزحنی عن النار

مندرجہ بالا اشعار ذوالرمہ کے ہیں جن میں وہ اپنی موت کو یاد کر کے خدا سے سرگوشی کے انداز میں انتہائی عاجزی و انکساری سے دعا مانگ رہا ہے کہ "اے خدا میری موت کا وقت قریب ہے۔

اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرا ہر ہر عمل تیرے علم میں ہے سوائے میرے جسم سے روح نکالنے والے اور اے مصائب سے نجات دینے والے! مجھے نارِ جہنم سے محفوظ رکھ")

عروۃ بن اُذینہ (فقیہ مدینہ) اپنے اشعار میں عبادات اور اخلاقِ حمیدہ کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنی غزلوں میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں توکل علی اللہ کا تصور واضح ہے کہ خدا ہر ایک کی اس کی روزی خود بخود پہنچا دیتا ہے جس کا اس نے وعدہ کیا ہوا ہے کسی بات کے لئے پریشان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں، جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا، اس سے طمانیت قلب حاصل ہو سکتی ہے۔

لقد علمت وما الاسراف من خلقی ۔۔۔ ان الذی ہو رزقی سوف یاتینی
اسعی له فیعنینی تطلبه ۔۔۔ ولو قعدت اتانی لا یعنینی

عبد اللہ بن عبد الاعلی نے بھی اپنے اشعار میں زہد و تقویٰ کی تعلیم دی ہے۔ اس کے اشعار ملاحظہ ہوں:۔

من کان حین تصیب الشمس جبهته ۔۔۔ او الغبار یخاف الشین والشعثا
ویالف الظل کی تبقی بشاشته ۔۔۔ فسوف یسکن یوما راغما جدثا

ان شعراء کے اشعار میں قرآنی تعلیمات اور اخلاقِ حمیدہ و عاداتِ حسنہ کی جھلک ہم کو ملتی ہے اس دعوت کو عام کرنے میں سب سے زیادہ مسکین الدارمی نے حصہ لیا ہے:۔

وسمیت مسکینا وکانت لحاجة ۔۔۔ وانی لمسکین الی اللہ راغب

(لوگ مجھے مسکین کہتے ہیں حقیقت میں یہ ایک قسم کی عاجزی کا اظہار ہے۔ میں اللہ کا مسکین اور اس کی جانب راغب ہوں)۔

جریر اپنی بیوی کے مرثیہ میں کہتا ہے ؎

صلی الملائکة الذین تخیروا ۔۔۔ والطیبون علیک والابرار

اس شعر سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس وقت کے شعراء میں اسلامی تعلیمات کی کتنی گہری

چھاپ تھی۔

العجاج اپنے قصیدہ کو اس طرح شروع کرتا ہے:

الحمد للہ الذی استقلت		باذنہ السماء واطمأنت

یعنی ساری تعریف اس اللہ کی ہے جس کے حکم سے آسمان اپنی جگہ پر ٹھہرا ہوا ہے۔

عمر ابن ابی ربیعہ کے ان غزلیہ اشعار میں بھی اسلامی اقدار کا رنگ جھلکتا ہے:

ألا یا من أحب بکل نفسی		ومن هو من جمیع الناس حسبی

ومن یظلمنا غفرہ جمیعا		ومن هو لا لهم یغفر ذنبی

فرزدق اپنے گزشتہ گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتا ہے اور ہر طرف سے مایوس خداوند تعالیٰ کی پناہ میں آنے کے لئے بیتابی کا اظہار کرتا ہے۔

أطعتك یا ابلیس سبعین حجة		فلما انتهى شیبی وتم تمامی

فررت الی ربی وایقنت أننی		ملاق لایام المنون حمامی

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگرچہ اس دور کے شعراء میں اکثر کی شخصی زندگیاں لہو و لعب اور سیر و تفریح میں غرق تھیں لیکن دوسری ایسے بھی شعراء تھے جن کے دلوں میں اسلام کے مستقل اثرات جاگزیں تھے۔ ان کے ذہن اسلامی روح اور افکار و نظریات سے معمور تھے جس کا اثر ان کی شاعری پر بھی پڑا۔ چنانچہ اس دور کی شاعری کا ایک خاصہ سرمایہ 'اسلامی شاعری' کے نام سے موسوم کیا گیا۔

مراجع ومصادر

(۱) ادب العرب - مارون عبود - دار الثقافة، بیروت

(۲) تاریخ الادب العربی (العصر الاسلامی - (ڈاکٹر) الدکتور شوقی ضیف۔

(۳) تاریخ الأدب اللغۃ العربیۃ - جرجی زیدان ج اول (دار الهلال)

(۴) المنهاج فی الادب العربی وتاریخه - عمر فروخ، بیروت ۱۹۵۹ء

(۵) تاریخ الادب العربی ج اول - ڈاکٹر عبدالحلیم النجار، دار المعارف، مصر

(۶) بلوغ الادب فی معرفۃ احوال العرب - السید محمد شکری الالوسی - رحمانیہ مصر ۱۹۲۵

(۷) الوسیط فی الادب العربی وتاریخه - الشیخ احمد الاسکندری - و الشیخ مصطفی عنانی، دار المعارف مصر ۱۹ واں ایڈیشن

(۸) رواۃ الادب العربی فی عصورہ القدیمۃ - الدکتور کمال الیازجی - لبنان، ۱۹۶۱

(۹) تطور الغزل بین الجاهلیۃ والاسلام - الدکتور شکری فیصل، دمشق ۱۹۶۴

(۱۰) تاریخ الشعر العربی حتی اٰخر القرن الثالث الهجری - نجیب محمد البیهقی قاهرہ ۱۹۶۱

(۱۱) جمهرۃ اشعار العرب - ابو زید محمد بن ابی الخطاب القرشی، بیروت ۱۹۶۳

(۱۲) العمدۃ فی صناعۃ الشعر ونقدہ ج ۲ - ابن رشیق القیروانی مصر ۱۹۰۷

(۱۳) الأغانی، ج ۴، ۷ ابو الفرج الاصبهانی بیروت ۱۹۵۵

(۱۴) History of the Arabs - P.K. Hitti

(۱۵) A Literary History of the Arabs - R A Nicholson -